تصاویرِ قرآنی

انسانی نفسیات اور کردار کی تصویریں

سید قطب شہید

قرآن مجید جس طرح اپنے بے مثل اسلوب تصویر کشی کے ذریعے مجرد معانی پر مشتمل مضامین کو مجسم اور محسوس شکل میں سامنے لاکھڑا کرتا ہے' اسی طرح وہ انسانی نفسیات کی کیفیات اور انسانی کردار کے نمونوں کی تصویر کشی کر کے ان کو بھی خیال و احساس کے لیے بے پناہ موثر کر دیتا ہے۔ ان دونوں پہلوؤں کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

نفسیاتی کیفیات کی تصاویر

ا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ جو شخص توحید کے بعد شرک کی زندگی اختیار کرے تو وہ کس قدر حیرت و تذبذب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنا دل ایک خدا اور بہت سے خداؤں کے مابین تقسیم کر کے رکھ دیتا ہے' اس کے احساسات ہدایت و ضلالت میں بٹ جاتے ہیں۔ اس خیال کو وہ اس طرح محسوس اور متخیل تصویر کی صورت میں پیش کرتا ہے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا۔ (الانعام ۶:۷۱)

اے نبیؐ' ان سے پوچھو کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان؟ اور جب کہ اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا چکا ہے تو کیا اب ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ کیا ہم اپنا حال اس شخص کا سا کر لیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و سرگرداں پھر رہا ہو۔ دراں حالے کہ اس کے ساتھی اسے پکار رہے ہوں کہ ادھر آ یہ سیدھی راہ موجود ہے؟

اس آیت میں اس شخص کی تصویر کھینچی گئی ہے جس کو شیطان نے بھٹکا دیا ہو۔ استھوا کا صوتی آہنگ' اس کا تلفظ ہی ایسا ہے کہ اپنے مضمون کی تصویر پیش کرتا ہے۔ کاش! وہ شخص اسی بے راہ

روی پر قناعت کر لیتا تو اسے کم سے کم یکسوئی کی راحت تو حاصل ہو جاتی--- اگرچہ یہ راحت گمراہی کی راہ اختیار کرنے کی قیمت پر حاصل ہوتی--- مگر افسوس کہ ایسا بھی نہیں ہوا۔ ایک دوسری جانب بھی ہے۔ وہاں سے اس کے چند احباب اسے ہدایت کی طرف بلا رہے اور اسے پکار رہے ہیں: "ہمارے پاس آؤ"۔ مگر وہ ہے کہ اپنی اس گم راہی اور ہدایت کی اس پکار کے درمیان حیران و سرگرداں کھڑا ہے، تذبذب کے عالم میں ہے، نہیں جانتا کہ فریقین میں سے کس کی دعوت پر لبیک کہے اور کس راہ پر گامزن ہو۔ وہ برابر کھڑا دونوں طرف جھانک رہا ہے، مگر کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی حالت کھول دینا چاہتا ہے جن کے لیے وہ ہدایت و معرفت کی راہ آسان و ہموار کرتا ہے، مگر وہ اس سے اس طرح دور بھاگتے ہیں کہ گویا کوئی سہولت انھیں دی ہی نہیں گئی۔ پھر اسی تنزل کے گڑھے میں نیچے گرتے چلے جاتے ہیں۔ نفسانی خواہشات ان پر حملہ آور رہتی ہیں۔ ان کا علم اور ان کی جہالت دونوں ان کے لیے ضرر رساں ثابت ہوتے ہیں۔ نہ غفلت کی وجہ سے انھیں راحت نصیب ہوتی ہے اور نہ علم و معرفت کے باعث سکونِ قلب ملتا ہے۔ ان کی اس حالت کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی گئی ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۔ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ، فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ، اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ

(الاعراف ۷:۱۷۵-۱۷۶)

اور اے نبیؐ، ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا۔ آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا۔ یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا۔ اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کے ذریعہ سے بلندی عطا کرتے، مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا، لہٰذا اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔

یہ تصویر اس شخص کی تحقیر و مذمت کی تصویر ہے۔ اس کا ایک دینی مقصد بھی ہے، جس سے ہمیں یہاں سروکار نہیں، مگر فنی اعتبار سے یہ بڑی نمایاں تصویر ہے۔ اس میں دائمی حرکت پائی جاتی ہے۔ ایک اس شخص کی تصویر ہے جس کے پاس وہ سب کچھ ہے جس کے ذریعے وہ اوپر چڑھ سکتا ہے، لیکن سب کچھ پھینک پھانک، وہ اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے نیچے گرتا جا رہا ہے۔ ایک کتے کی تصویر ہے، جو اپنی خواہش اور لالچ کے پیچھے زبان لٹکائے پھر رہا ہے، کوئی بھی حالت درپیش ہو۔ یہ ایک عام تصویر ہے مگر جس معنی و مفہوم کا اظہار یہاں مقصود ہے وہ اس تصویر کی مدد سے بڑی شدت و قوت کے

ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں دینی غرض و غایت فنی غرض کے ساتھ یک رنگ و ہم آہنگ ہو گئی ہے۔ قرآن کی کھینچی گئی جملہ تصاویر میں اسی قسم کا توافق و تطابق پایا جاتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کو یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ ایک شخص کے عقیدہ میں تذبذب اور عدم استقلال کی کیفیت کیسی ہوتی ہے۔ وہ یقین و اطمینان پر قرار نہیں پکڑتا۔ اس عقیدہ کی راہ میں جن شدائد و آلام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ ثبات و استقامت کے ساتھ ان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس کے ایمان میں اتنی قوت نہیں کہ اپنے عقیدہ کو لذات زندگی سے الگ کر سکے، مادی نفع و نقصان کو بالائے طاق رکھ سکے۔ اس عدم ثبات اور بے یقینی کی ایسی تصویر کھینچی گئی ہے جیسے اس کو قرار نہیں، وہ ڈانواں ڈول ہے درعین ممکن ہے کہ گڑھے میں گر جائے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ، فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ ، وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ، خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ، ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۔ (الحج ۲۲:۱۱)

اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے، اگر فائدہ ہوا تو مطمئن ہو گیا اور جو کوئی مصیبت آ گئی تو الٹا پھر گیا۔ اس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔ یہ ہے صریح خسارہ۔ پھر وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارتا ہے جو نہ اس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ۔ یہ ہے گمراہی کی انتہا۔

قوتِ متخیلہ اس کنارے (حرف) کو مجسم کر کے نگاہِ تصور کے سامنے پیش کرتی ہے جس پر کھڑا ہو کر وہ شخص عبادت کرتا ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ وہ شخص صحیح طرح سے کھڑا ہونے پر قادر نہیں۔ برابر لڑکھڑا رہا ہے۔ یہ تصویر اس شخص کے اضطراب اور عدم قرار کو آنکھوں کے سامنے اس طرح پیش کرتی ہے کہ الفاظ کے ذریعے اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس تصویر کے ذریعے اس شخص کی یہ حالت حواس میں منعکس ہو کر ذہن میں اتر جاتی ہے۔

بچپن میں جب پرائمری سکول کا طالب علم تھا تو تلاوت قرآن کے دوران جب میں اس آیت تک پہنچا تو میرے ذہن پر اس کی ایک تصویر مرتسم ہو گئی تھی، جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ سادہ سی تصویر ابھی تک میرے ذہن پر منقوش ہے۔ اس میں کچھ زیادہ فرق نہیں پڑا۔ اگر فرق پڑا ہے تو اتنا کہ مجھے اس بات کا پتہ چل گیا ہے کہ یہ ایک ضرب المثل ہے، حقیقت نہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ قرآن کے اعجاز بیان کا کمال ہے کہ اس کے فہم و ادراک میں ادنیٰ و اعلیٰ ذہن رکھنے والے سب لوگ حصہ لیتے ہیں، اور سب کے سامنے اس کی زندہ تصویر آ جاتی ہے، خواہ ان کے فہم کے درجے میں کتنا ہی اختلاف ہو۔

۴۔ اسلام لانے سے قبل جب مسلمان اپنی حالت کفر کی وجہ سے جہنم کے کنارے پر کھڑے تھے

تو ان کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ، وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ، وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا (آل عمران ۳: ۱۰۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمھارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔

تصویر یوں ہے: تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہو۔ عین ممکن ہے کہ ذرا قدم پھسلے اور گڑھے میں جا گرو۔ یہاں تشبیہ کی عمدگی اور صداقت سے بحث اہم نہیں۔ یہاں جس چیز کی اہمیت ہے وہ یہ ہے کہ چشم تصور کے سامنے حرکت، اضطراب اور گڑھے میں گرنے کی تصویر آتی ہے۔ اگر کوئی مصور اپنے رنگین برش کے ساتھ اس خیالی حرکت کو خاموش تصویر کے انداز میں پیش کر سکتا تو اسے اس کا بڑا کمال تصور کیا جاتا، حالانکہ مصور کے پاس تو برش، تختی، رنگ اور تصویر کشی کا سب سامان ہوتا ہے، مگر یہاں تو صرف الفاظ ہیں جن کے ذریعے قرآن نے یہ تصویر کھینچی ہے۔

ہم اس تصویر کے انداز تعبیر کی عمدگی کو ایک اور پہلو سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ تصویر کھینچتے ہوئے پہلے آگ کا ایک گڑھا بنایا، پھر یہ دکھایا کہ مسلمان اسلام قبول کرنے سے پہلے اس گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ گویا یہ دنیوی زندگی، جو آگ اور ان کے درمیان حائل ہے، اس کی بساط کو لپیٹ کر رکھ دیا گیا ہے، اور اب کوئی چیز ان کے درمیان حائل نہیں۔ اب تصویر یوں مکمل ہوتی ہے کہ مسلمان --- جو ہنوز زندہ ہیں اور ابھی اسی دنیا میں ہیں --- اسلام قبول کرنے سے قبل آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہیں۔

۵۔ اس سے ملتی جلتی ایک تصویر اور ہے۔ یہ اس شخص کی تصویر ہے جو اپنے عمل کی بنیاد تقویٰ کے بجائے کسی اور بات پر رکھے۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ۔ (التوبہ ۹: ۱۰۹)

پھر تمھارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضا کی طلب پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پر اٹھائی اور

وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں جاگری؟

جہنم میں گر جانے کی آخری حرکت جو اس آیت میں متوقع تھی یہاں اس کو آخری شکل دی گئی ہے۔ فرمایا "فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ (پھر وہ (عمارت) اسے لے کر جہنم کی آگ میں جاگری۔ یہاں دنیوی زندگی کو مکمل طور پر درمیان سے ہٹا دیا گیا ہے بغیر اس کے کہ یہ بات کہی جائے۔ گویا عملاً ایسا ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ "فَانْهَارَ" میں فاء کی جگہ ثم (پھر) کا لفظ لانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی، اس لیے کہ ثم تاخیر پر دلالت کرتا ہے۔ مگر یہاں تو جہنم میں گر جانے میں کوئی دیر نہیں۔ اور یہ دنیوی اور اخروی زندگی کے درمیان جو مدت ہے وہ طویل ہونے کے باوجود بے حد مختصر ہے۔ یہ بات عمدہ انداز میں پیش کرنے کا ایک طریقہ ہے کہ ہونے والے کام کو اس طرح ظاہر کیا جائے گویا وہ عملاً وقوع پذیر ہو چکا ہے۔

انسانی کردار کی تصاویر

قرآن نفسیاتی حالات کے ساتھ ساتھ، انسانی کردار کے نمونوں کی تصویریں کھینچ کر بھی انھیں نگاہ تصور کے سامنے لا کھڑا کرتا ہے۔ ہم "مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰی حَرْفٍ" پر گفتگو کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں چند مزید مثالیں دیکھیے:

۱۔ مقصود یہ ہے کہ ایک ایسے احمقانہ اور اندھی جدل و نزاع کی تصویر کشی کی جائے، جس میں دلیل و برہان پیش کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس انسانی کردار کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی گئی ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ۔ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ۔ (الحجر ۱۵: ۱۴-۱۵)

اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیتے اور وہ دن دہاڑے اس میں چڑھنے بھی لگتے تب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری آنکھوں کو دھوکا ہو رہا ہے، بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔ (الانعام ۶: ۷)

اے پیغمبرؐ اگر ہم تمھارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگ اسے اپنے ہاتھ چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنھوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

۲۔ اس امر کا بیان مقصد ہے کہ انسان اپنے رب کو اس وقت تو پہچانتا ہے جب تکلیف اور مشکل میں مبتلا ہو، مگر جب اچھے دن آتے ہیں تو اللہ بھول جاتا ہے جو مشکلات کا ازالہ کرنے والا ہے۔ مگر اس مفہوم کو وہ مجرد الفاظ میں بیان نہیں کرتا، بلکہ اس کی ایک تصویر کھینچتا ہے۔ یہ تصویر نئی نئی حرکات سے لبریز ہے، جس میں مشاہد و مناظر ایک کے بعد ایک آتے جاتے ہیں۔ اس تصویر کے اندر ایک ایسے انسانی نمونے کو پیش کیا جاتا ہے جو بنی نوع انسان میں بہ کثرت پایا جاتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ - فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ (یونس ۱۰: ۲۲۔ ۲۳)

وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے۔ چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر باد موافق پر فرحاں و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکایک باد مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے، اس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ "اگر تو نے ہم کو اس سے نجات دے دی تو ہم شکرگزار بندے بنیں گے"۔ مگر جب ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔

اس طرح تصویر میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ متحرک ہو جاتی ہے۔ کشتی موجوں کے اندر گھری ہوئی اور ڈگمگاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگ موجوں کے زیر اثر اوپر کو بلند ہوتے اور نیچے جاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اسی طرح ان کا ایمان اور نفسیاتی کیفیت بھی۔ آیت کے اختتام پر پہنچ کر طرز بیان اور بھی موثر ہو جاتا ہے اور یہ آیت اپنے معنی و مفہوم کو نہایت عمدہ طریقہ سے ادا کرتی ہے۔

۳۔ مقصود ایک ایسے شخص کا نمونہ پیش کرنا ہے، جس کا ظاہر بڑا دلفریب مگر باطن اسی قدر خطرناک اور ضرر رساں ہے۔ اس کی تصویر یوں کھینچی گئی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ - وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ - (البقرہ ۲: ۲۰۴۔۲۰۵)

ترجمہ: انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمھیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے مگر حقیقت میں وہ بد ترین دشمن حق ہوتا

ہے۔ جب اسے اقتدار حاصل ہوتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

خیال میں متحرک تصویر، کردار کی صفات کو عمل اور تصرف میں تبدیل کر کے ظاہر کرتی ہے، اور ظاہر و باطن کے درمیان فرق و بعد کو بھی آشکار کر دیتی ہے۔

۴۔ بعض لوگ ایمان میں کمزور، اور عزم کے کچے ہوتے ہیں۔ ان کی اندرونی حالت پر پردہ پڑا ہوتا ہے اور ان کی کمزوریاں آسانی اور کشادگی کے وقت ظاہر نہیں ہوتیں۔ لیکن جب جدوجہد کا وقت آتا ہے اور آزمائشوں کا سامنا ہوتا ہے، تو یہ کمزوری پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ ان کی نمایاں اور واضح تصویر ان الفاظ میں کھینچی گئی ہے:

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ (محمد ۴۷: ۲۰)

جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی جاتی (جس میں جنگ کا حکم دیا جائے)۔ مگر جب ایک پختہ سورۃ نازل کر دی گئی، جس میں جنگ کا ذکر تھا تو تم نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں بیماری تھی وہ تمھاری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت چھا گئی ہو۔

ایسے آدمی کی تصویر جس پر موت کی غشی طاری ہو، عام طور سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ جونہی اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ فوراً نگاہ تصور کے سامنے آجاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی تحقیر اور تمسخر کا تصور بھی آتا ہے۔

۵۔ بعض اوقات یہ انسانی کردار ایک واقعہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے مگر وہ اس خاص واقعہ سے تجاوز کر کے ایک عام اور دائمی کردار کی صورت اختیار کر لیتا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِن كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا، قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِن دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا، فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ، وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ۔ (البقرہ ۲: ۲۴۶)

پھر تم نے اس معاملے پر بھی غور کیا جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد سرداران بنی اسرائیل کو پیش آیا تھا؟ انھوں نے اپنے نبی سے کہا: ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ نبی نے پوچھا: کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ تم کو لڑائی کا حکم دیا جائے اور پھر تم نہ

لڑو؟ وہ کہنے لگے: بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم راہ خدا میں نہ لڑیں جب کہ ہمیں اپنے گھروں سے نکال دیا گیا ہے اور ہمارے بال بچے ہم سے جدا کر دیے گئے ہیں۔ مگر جب ان کو جنگ کا حکم دیا گیا، تو ایک قلیل تعداد کے سوا وہ سب پیٹھ موڑ گئے، اور اللہ ان میں سے ایک ایک ظالم کو جانتا ہے۔

یہ تصویر ایمان و عزم کی کمزوری پر مزید اضافہ کرتی ہے۔ جب امن و سکون کا زمانہ تھا تو بنی اسرائیل کی یہ استقامت اور اصرار، اور یہ اپنی جرات و بہادری کا مظاہرہ! جونہی جدال و قتال کا وقت آیا تو بزدلی دکھانے لگے۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسا واقعہ نہیں جو پیش آیا اور گزر گیا۔ بلکہ زمان و مکان کی قید سے آزاد یہ ایک کردار ہے جو بنی نوع انسان میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ (جاری) [ترتیب وتدوین: خرم مراد]

جماعت اسلامی پاکستان کا کل پاکستان اجتماع عام

۸ نومبر ۹۶ بروز جمعۃ المبارک منعقد ہو گا ان شا اللہ۔ یہ مینار پاکستان لاہور کے میدان میں ہو گا۔ صبح ۱۰ بجے سے رات ۱۰ بجے تک پروگرامات مسلسل جاری رہیں گے۔ اجتماع عام میں خواتین اور بچے بھی شریک ہوں گے۔

اعجاز احمد چودھری ڈپٹی سیکرٹری جنرل

امریکہ و کینیڈا میں ماہ نامہ ترجمان القرآن و روز نامہ جسارت اور دیگر تحریکی رسائل حاصل کرنے کیلئے درج ذیل پتہ پر رابطہ قائم کیجیے۔

Islamic Education & Media

730 E 10St GF Brooklyn NY 11230

PH: (718) 421 - 5428

عمر عبدالعزیز، نمائندہ ترجمان القرآن و جسارت برائے امریکہ و کینیڈا